© rasailojaraid.com

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا علمی مقام اور محدثانہ جلالتِ قدر

حقائق السنن کے آئینہ میں۔

از مولانا عبدالمعبود صاحب مصنف "تاریخ مدینہ منورہ" و "تاریخ مکہ معظمہ"

حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے علوم عقلیہ ونقلیہ کا مجمع البحرین بنایا تھا اور دونوں بحر متلاطم خیز اور زخار تھے۔ ایک کے علمی سوتوں نے مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کو زعفران زار بنا دیا تو دوسرا بحرِ بیکراں نہ صرف پاکستان بلکہ متعدد ممالک کی سیرابی کا موجب ثابت ہوا۔ موصوف کی اعلیٰ علمی استعداد اور علوم عقلیہ میں مہارتِ کاملہ وتامہ، ایشیا کی عظیم الشان اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کی مسندِ تدریس پر جلوہ افروز ہونے سے ہویدا ہے۔ جبکہ دارالعلوم کے اساتذہ کی علوِ شان کا سارا زمانہ معترف ہے۔ آپ کے لیے یہ اعزاز باعثِ صد افتخار ہے کہ آپ کا شمار دارالعلوم کے اساتذہ اور مشائخ میں ہوتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

حضرت موصوف کے تبحرِ علمی اور اعلیٰ کارکردگی کا اعتراف شیخ الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

> "گذشتہ چند ماہ میں جس محنت اور تعلیمی سلسلہ میں حسن کارکردگی کا ثبوت دیا ہے خُدام دارالعلوم اس کی قدر کرتے ہیں اور آئندہ کے لیے جناب سے اچھی توقع رکھتے ہیں، ایسی حالت میں بے انصافی ہوگی کہ ایسے حضرات کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے، چنانچہ جناب کی قابلیت اور شہرت و مقبولیت کے پیشِ نظر یکم محرم الحرام سے جناب کو مستقل کیا جاتا ہے۔"
>
> (حقائق السنن جلد ۱ سوانح شیخ الحدیثؒ ص ۵)

قیامِ پاکستان کے بعد موصوف نے اکوڑہ خٹک میں علم وعرفان کی ایسی شمع روشن کی جس کی ضیا گستریوں سے لاکھوں مسلمانوں کے قلوب منور ہوئے۔ اگرچہ آپ نے تمام علوم کی تدریس کا شغل جاری رکھا مگر آپ کو دائمی شہرت علوم نبوت کی گرانقدر خدمات کے صلہ میں حاصل ہوئی، جیسا کہ حضرت الشیخؒ کے تلمیذِ رشید محقق جلیل مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم رقمطراز ہیں:۔

> حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے دارالعلوم دیوبند کی طرح یہاں بھی یومِ تاسیس سے لے کر آج تک مختلف علوم وفنون کی اعلیٰ کتابوں کے علاوہ کتبِ صحاح ستہ اور خاص کر صحیح بخاری اور جامع ترمذی کے درس دیتے رہے اور دے رہے ہیں، شب و روز کے اشغال بالحدیث خدمت حدیث میں انہماک اور علم حدیث سے کمال مناسبت اور ۵۰ سالہ

> تدریسِ حدیث کی وجہ سے لفظ "شیخ الحدیث" آپ کا عَلَم ہوگیا اور آپ اصل نام کے بجائے اسی لقب سے زیادہ مشہور ہو گئے ہیں۔
>
> (حقائق السنن جلد ۱ سوانح شیخ الحدیث ص ۷)

حصولِ علم کے لیے مصائب برداشت کرنا

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز بیان فرماتے ہیں:۔

"ہمارے اکابرین دیوبند میں حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ اور حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کی مثالیں موجود ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ جن ایام میں یہ حضرات دلی میں پڑھتے تھے تو بھوک کے مارے حالت یہ تھی سبزی فروش (بقال) جو باسی سبزی رات کو پھینک دیتے تو یہ حضرات اسے صاف کر کے جوش دیتے اور گذر اوقات کر لیتے، اور رات کو مطالعہ کے لیے مستقل روشنی کا انتظام نہ ہوتا تو حلوائیوں کی دوکان کے قریب کھڑے ہو کر دوکان کے لیمپ اور بتی کی روشنی میں مطالعہ فرماتے۔

> **آپ کے لیے یہ اعزاز باعثِ صد افتخار ہے کہ آپ کا شمار دارالعلوم کے اساتذہ اور مشائخ میں ہوتا ہے**

ابھی ہمارے زمانۂ طالب علمی تک علم کی مشقتیں ایک عام بات تھی۔ مجھے خود یاد ہے کہ زمانۂ حصولِ علم میں کئی کئی مہینے صرف ایک روٹی پر اکتفاء کیا۔ پہلی مرتبہ دیوبند میں میرا جانا ایسے وقت ہوا کہ داخلہ بند تھا میرا داخلہ نہ ہو سکا۔ وہاں سے میرٹھ چلا گیا، وہاں استاذ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہاں گذارہ مشکل ہے، اگر ایک وقت کھانے پر صبر کرو تو میں دو چپاتیوں اور دال کا انتظام کرا دوں گا۔ میں نے اسے بھی غنیمت جانا، ایک غزنوی طالب علم نے جو ساتھی تھا، اللہ تعالیٰ اسے رحمتوں سے مالا مال کر دے، نے ایک وقت کا کھانا پیش کر دیا۔ کافی دنوں بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ خود ایثار کر رہا ہے اور دوپہر کا کھانا مجھے دے کر خود بھوکا رہتا ہے۔ دو چار مہینے میرٹھ کے اس حال میں گذرے۔

اس اپنے علاقہ کے ایک گاؤں میں طالب علمی کے دوران کا واقعہ ہے کہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، گرمی کا موسم تھا، مکئی اور گھاس کے پتے اور ساگ کھانے کے لیے ملتا تھا اور سحری کے لیے پاؤ آدھ سیر چھاچھ، وہ بھی محلے کے لوگ نمبروار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسجد میں لاتے ____" (دعواتِ حق جلد ۲ ص ۴۱۶)

"____ ہمارے طالب العلمی کے دور میں بھی اس علاقہ میں بیحد تکالیف برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ مجھے طالب العلمی کے دور میں اس علاقہ کے ایک گاؤں میں چھ ماہ کے عرصہ میں بہت ہی کم ایسا وقت آیا ہوگا کہ پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا ہو۔ ایک جگہ پڑھنے کے دوران تو ایسا ہوا کہ کھیت سے گھاس پتے جمع کر کے ساگ پکوا لیا جاتا اور اسی پر گذر اوقات ہوتا۔ عام طور پر مساجد میں طلبہ کو باجرہ کی روٹی ملتی تھی، تیل کے چراغ سے مطالعہ ہوتا جو ذرا سے تیز جھونکے سے بجھ جاتا۔ عجیب بے نفسی کا زمانہ تھا، اساتذہ بھی ساتھ بیٹھ کر وہی باجرہ یا مکئی کی روٹی کھا لیتے۔

ہمارے ایک استاد تھے جن سے چند دن "ملا حسن" پڑھتا ہوا، موضع گڑھی کپورہ میں ان کے پاس ٹھہرے تھے، وہ بھی مسافر تھے، اس وقت بہت ضعیف ہیں، اُس وقت ان کی جوانی کا زمانہ تھا۔ بڑے شوق سے کتابیں پڑھاتے، کھانا اکٹھا ہو جاتا تو طالب علموں کے ساتھ بیٹھ جاتے اسی مکئی کی روٹی اور لسی میں شریک ہو جاتے ____" (دعواتِ حق جلد ۱ ص ۲۱۴)

چونکہ مقصود بالذات علوم عالیہ فاضلہ کا حصول تھا اس لیے اس راستہ کی دشوار گذار گھاٹیاں طے کرنا از بس ضروری تھا۔ آپ نے جس طرح مصائب و شدائد کو خندہ روی سے برداشت کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے علمی فضل و کمال میں اسی طرح رفعتوں اور عظمتوں سے سرفراز فرمایا جس کا اعتراف آج علمی دنیا میں سبھی کو ہے۔

علمِ حدیث کے ساتھ قلبی تعلق

حضرت شیخ الحدیث برد اللہ مضجعہ کو علمِ حدیث کے ساتھ ایسا گہرا قلبی تعلق اور وارفتگی تھی کہ باوجود متعدد عوارضات کے نہ تو اس کی تدریس میں کبھی کوتاہی ہوئی اور نہ ہی درسِ حدیث کے آداب و احترام سے کبھی چشم پوشی کی۔ جیسا کہ فاضل جلیل، عالم نبیل حضرت العلام مولانا سمیع الحق مدظلہ فرماتے ہیں:۔

"حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے اس دور میں تدریسِ حدیث کی ان تمام شرائط و آداب اور خصوصیات کو شدت سے اپنایا جیسا کہ اُن کے اسلاف اور اساتذہ و مشائخ کے ہاں معمول تھا۔۔۔

۔۔۔۔ درسِ حدیث کے دوران وہ تمام آداب آخر تک ملحوظ رہے جن کا ذکر سلف کے ہاں ملتا ہے۔ ضُعف، بڑھاپے اور بیماری کے باوجود آخر تک دوزانو بیٹھ کر پورے خشوع و خضوع اور استغراق سے محوِ تدریس ہوتے ہیں، شدید ضرورت سے بھی پہلو بدلتے، نہ تکیہ لگاتے ہیں، یہی حالت مطالعہ میں بھی ہوتی ہے"

(دیباچہ حقائق السنن جلد ۱ ص ۵)

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طلباء کو اس حقیقت سے اچھی طرح رُوشناس فرما دیا کرتے تھے کہ علومِ متداولہ کا حصول مقصود بالذات نہیں بلکہ علومِ قرآن و حدیث میں ہر اعتبار سے کامل مہارت حاصل کرنے کے لیے دوسرے علوم کو ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"____ بہرحال علم وہ موقوف علیہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام کا ہو، سقراط و بقراط، ارسطو اور حکمائے یونان کے علوم نہیں، ہاں ان کا سیکھنا ضروری ہے مگر مقصود بالذات اس کی اہمیت نہیں، مثلاً گھر میں رہنے سہنے کے کمرے مقصود ہیں لیکن پاخانہ اور غسل خانہ بھی بنانا بضرورت بنانا پڑتا ہے، جس گھر میں نہ ہوں تو وہ ناقص ہے۔ علوم انبیاء بمنزلہ گھر کے ہیں اور دیگر علوم بمنزلہ بیت الخلاء اور غسلخانہ کے ہیں۔

ہمارے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ علوم آلیہ عقلیہ اور فنونِ انتظامیہ کی حیثیت ایک سیڑھی کی ہے، اور اس میں کمال و مہارت حاصل کرنا ایک سیڑھی کا فراہم کرنا ہے، اصل چیز تو چھت پر چڑھنا ہے۔ اور علوم قرآن و سنت بمنزلہ چھت کے ہیں، اُس سے زیادہ نا سمجھ کون ہوگا جس کی ساری زندگی سیڑھی ہی پر گذر جائے ____" (دعواتِ حق جلد ۲ ص ۴۲۴)

زمانہ طالب علمی میں چھ ماہ میں بہت کم ایسا وقت آیا ہوگا کہ پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا ہوگا

حضرت شیخ الحدیث رح درسِ ترمذی دوران اختلافی مباحث، رجال اور جرح و تعدیل کی ابحاث، مذاہب ائمہ، فقہی مباحث، ان کے فروع و جزئیات خصوصاً احناف کے مستدلات نقل کر کے ان میں تطبیق و ترجیح پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان کرتے۔ تقریر نہایت سہل، دلآویز اور جامع و مانع ہوتی۔ مشکل سے مشکل مسائل بھی ہر ایک طالب علم کے ذہن نشین ہو جاتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی جواہر پاروں کا گراں بہا خزینہ اور علوم نبوت کا بیش بہا گنجینہ "حقائق السنن" کے نام سے موسوم ہے جو اپنی انفرادی و امتیازی حیثیت میں یگانہ و فرزانہ ہے جس کی پہلی جلد "باب التیمم" تک ہے اور ۵۳۶ صفحات پر مشتمل ہے، ۱۴۰۴ھ کی مطبوعہ ہے۔ اللہ کرے یہ سلسلہ جلد ہی تکمیل پذیر ہو جائے تاکہ ہر خاص و عام اس سے استفادہ کر سکیں۔

قارئین کے لیے یہ حقیقت یقیناً حیرت افزا اور تعجب انگیز ہوگی کہ حضرت شیخ الحدیث رح کا درسِ ترمذی پشتو زبان میں ہوتا تھا جسے ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیا گیا اور پھر علامہ مولانا عبد القیوم حقانی مدظلہ نے اسے اردو زبان میں منتقل کر کے زینتِ قرطاس بنایا، اسے متنِ کتاب کے ساتھ سجایا اور پھر لاتعداد کتابوں کے تتبع اور ورق گردانی کی جانکاہ صعوبتیں برداشت کر کے حوالہ جات کا ذخیرہ جمع کیا۔ موصوف کی یہ کاوش انتہائی قابلِ قدر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور عظیم علمی شاہکار ہے جس کی جس قدر تحسین کی جائے کم ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی درس میں بیان کردہ احادیث، اقوالِ فقہاء، متکلمین اشتقاق ولغت وغیرہ تمام حوالہ جات کو اصل کتاب سے جاں گداز محنت کے ساتھ تلاش کر کے کتاب کو مزین کیا ہے جس سے اس کی افادیت کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ مولانا حقانی صاحب کا یہ کارنامہ اُن کی علمی وسعتِ نظر اور علوم وفنون کے ساتھ ان کی گہری وابستگی کی غماضی کرتا ہے۔

اس کام میں جو مشکلات اور دِقتیں پیش آتی ہیں عام آدمی اُن کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ان کی سنگینی سے وہی اصحابِ علم ودانش ہی آگاہ ہوتے ہیں جو تصنیف وتالیف جیسے جلیل القدر کام سے منسلک ہوں۔

حقائق السنن اپنی انفرادی و امتیازی حیثیت میں یگانہ و فرزانہ ہے

کسی روایت یا کسی قول کا احادیث، فقہ، تفسیر یا تاریخ کی مبسوط کتابوں میں تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، بالخصوص ایسے حوالہ جات کی تخریج انتہائی دِقت طلب ہوتی ہے جس کے متعلق یہ صراحت بھی نہ ہو کہ یہ روایت کا حصہ ہے، فقہاء کا قول ہے یا کسی مفسر یا محدث کا ارشاد ہے لیکن علامہ موصوف نے ایسے حوالہ جات سے چشم پوشی کرنے کے بجائے انتہائی خوبی کے ساتھ انہیں تلاش کر کے کتاب کی زیبائش کو دوبالا کر دیا ـــــ ہم دل وجان سے حضرت العلامہ مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم کے سپاس گذار ہیں کہ جن کی جاں سوز محنت وکاوش کے نتیجہ میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے علمی خزانوں سے علماء کرام، طلباء اور ہر پڑھا لکھا طبقہ مستفید ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے علم وعمل، زہد وتقویٰ، خلوص وللّٰہیت میں خیر وبرکت، اور ترقی عطا فرمائے اور ان کی شاندار علمی خدمات کے فیوضات کو چار دانگ عالم میں پہنچائے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے علمی مقام اور محدثانہ جلالتِ قدر کو حقائق السنن کے آئینہ میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے موصوف کے اس سلسلۃ الذہب کو بیان کیا جاتا ہے جس کے ذریعہ آسمانِ علم ودانش پر وہ بدرِ منیر بن کر چکے ہیں۔

سندِ حدیث

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز اکتسابِ علوم نبوت کا سلسلہ عالیہ سندِ حدیث اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

ـــــ ”مجھے بخاری شریف اور دیگر کتب احادیث کے پڑھنے اور پڑھانے کی اجازت میرے آقا ومولیٰ حضرت شیخ العرب والعجم، شیخ الاسلام، مجاہدِ اعظم مرشد العالم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے دیو بند میں دی، یہ سب کچھ خداوند کریم کا احسان ہے، اور اس کے بعد مشفق ومہربان اساتذ کی برکت اور دیگر اکابر سلسلہ کا فیض ہے کہ جو کچھ ہمیں ملا انہیں کے ذریعہ سے ملا۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخؒ کے مرقد مبارک کو مرکزِ انوار وبرکات بنا دے۔ حضرت شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم مولانا مدنیؒ کی کراماتِ ظاہرہ میں سے یہ مشاہدہ ہے کہ جن لوگوں کو ان کی صحبتِ مجلس کی سعادت حاصل ہوئی ہے وہ آج دینی امور کی انجام دہی میں مصروف ہیں، اور مجھ جیسے گنہگار، حقیر اور ناچیز بے علم شخص کو بھی اس نسبت سے اس مقدس مشغلہ کی سعادت حاصل ہے۔ حضرتِ شیخؒ درسِ حدیث کے وقت احادیث کا حق ادا کرتے، کبھی ان کو اس میں وقت کی تنگی یا کثرتِ سوالات وغیرہ سے پریشانی اور ملال نہیں ہوتا تھا، اور نہ کبھی ان پر پڑھانے کی عجلت تھی، شروع کے اسباق اور آخر کے نہایت اطمینان سے پڑھاتے تھے، کبھی وقت کی تنگی کی وجہ سے خدمتِ حدیث کا حق ادا کرنے میں تعجیل سے کام نہ لیتے۔ حلم کی یہ حالت تھی کہ جب طلبہ بے جا اعتراضات کرنے لگتے تو حضرت حسن بصریؒ کی طرح یوں کہہ دیتے خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ۔

احادیث کی مکمل لغوی وفقہی اور فنی تشریح، اختلاف مذاہب اور مذہب احناف کی تائید وتقویت عجیب وغریب پیرایہ میں کرتے۔ غرض سلف سے جتنے آداب وشرائط درسِ حدیث کے لیے منقول ہیں وہ ان میں بدرجۂ اتم پائے جاتے تھے۔“

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کے واسطہ سے میری سندِ حدیث یہ ہے: ـــــ حدثنی سیدنا وشیخنا ومولانا حسین احمد مدنی قال حدثنا شیخ الھند مولانا محمود الحسن الدیوبندی قال حدثنا الشیخ الامام محمد قاسم النانوتوی والشیخ رشید احمد الگنگوھی قال حدثنا الشیخ عبد الغنی المجددی المھاجر المدنی قال حدثنا الامام الحجۃ الشاہ محمد اسحٰق الدھلوی قال حدثنا الشیخ الاجل الشاہ عبد العزیز الدھلوی قال حدثنا الامام الحجۃ الشیخ الشاہ ولی اللہ الدھلوی رحمھم اللہ تعالیٰ“

امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ الدہلویؒ امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ اور الامام الاجل الشیخ ترمذیؒ تک سلسلۂ سند مشہور ومعروف اور اوائل کتبِ حدیث میں مذکور ہے، اور ان حضرات سے حضور اقدس آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تک راویوں کا سلسلہ ہر حدیث شریف کے ساتھ بیان ہوتا ہے ـــــ“ (دعواتِ حق جلد ۱ ص ۳۴۲ تا ۳۴۴)

ـــــ ”گویا ایک سند تو حقیر ناچیز اور دیگر اساتذہ سے شاہ ولی اللہ دہلویؒ تک ہے۔ اور اس کا دوسرا سلسلہ شاہ ولی اللہ سے امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ تک ہے۔ اور تیسرا سلسلہ مصنف کتاب امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ہے ـــــ“

(دعواتِ حق جلد ۲ ص ۴۹۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

—— بہر تقدیر بخاری شریف میں نے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مجاہدِ اعظم، حافظ الحدیث، صدر المدرسین بدار العلوم دیوبند حضرت مولانا و بالفضل اولٰنا حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ سے پڑھی ہے۔ بخاری شریف اور ترمذی کا زیادہ تر حصہ حضرت مدنیؒ سے دیوبند میں پڑھا ہے۔ حضرت مدنیؒ حدیث کے امام تھے، حافظ الحدیث تھے اور صاحب الکرامات تھے، ولی اللہ تھے۔ ان کی کرامت کی بڑی نشانی یہ ہے کہ اس وقت پاکستان میں تقریباً جتنے مدارس ہیں ان میں آپ کے تلامذہ ہی خدمتِ دین میں مشغول ہیں اور دین کی اشاعت کر رہے ہیں۔ حضرت مدنیؒ مدینہ طیبہ میں درسِ حدیث دیتے تھے، اُن کو معلوم ہوا کہ ان کے استاد حضرت شیخ الہندؒ کو گرفتار کر لیا گیا ہے تو اُس وقت کی حکومت (الحجازیہ) کو کہا کہ جس دفعہ کے تحت آپ نے میرے اُستاد کو گرفتار کیا ہے میں بھی اُسی دفعہ کا مجرم ہوں۔ تو اپنے آپ کو اُن کے ساتھ مالٹا کی جیل میں شریک کر لیا۔ حافظہ ایسا تھا کہ بخاری شریف آپ کو متن اور سند کے ساتھ یاد تھی لیکن اخفاء کیا کرتے تھے، یہ ظاہر نہ کرتے تھے کہ کسی کو معلوم ہو جائے۔ جس وقت بخاری پڑھاتے تھے اپنے سامنے قسطلانی رکھتے تھے، وہ فرماتے تھے خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ آپ جب سبق پڑھاتے تو آپ کی تقریر، تشریح، آپ کی متانت، آپ کی سنجیدگی میں فرق نہیں آتا تھا، بڑے اطمینان سے آپ حقِ حدیث ادا کرتے تھے۔

بہر تقدیر حضرت مولانا مدنیؒ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، جن کا قرآن پاک کا ترجمہ اُردو میں بھی موجود ہے اور فارسی میں بھی ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑا تبحرِ علمی دیا تھا۔ آزادیٔ ہند میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ تو حضرت مدنیؒ نے بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھی ہے۔ یہ دیوبند کے پہلے طالب علم ہیں کہ استاد کا نام بھی محمود ہے اور شاگرد کا نام بھی محمود، جو آگے چل کر حضرت شیخ الہندؒ ہو گئے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے بخاری اور ترمذی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند سے پڑھی ہیں، حضرت مولانا محمد قاسمؒ بانی دار العلوم دیوبند پاکستان اور ہندوستان بلکہ اسلامی ممالک میں جہاں آپ علومِ دینیہ دیکھتے ہیں، جہاں آپ علماء دیکھتے ہیں، جہاں پر زمرۂ اہلِ حق ہیں، یہ تمام فیض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ صاحب کا ہے۔ ان کا تمام وقت کچھ تو جہاد میں، کچھ تدریس میں اور کچھ مناظروں میں گذرا۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے حضرت مولانا شاہ عبد الغنی رح مجددی مہاجر مدنی سے بخاری اور ترمذی پڑھی اور ان سے اجازت لی ہے، یہ شاہ عبد الغنی مجددیؒ، شاہ ولی اللہ کے بیٹے ہیں بلکہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نواسے ہیں اور مہاجر مدنی ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی مجددیؒ نے بخاری اور ترمذی حضرت مولانا محمد اسحاق صاحبؒ سے پڑھی، حضرت مولانا محمد اسحاق صاحبؒ نے حضرت مولانا شاہ عبد العزیزؒ سے بخاری اور ترمذی پڑھی اور شاہ عبد العزیزؒ نے شاہ ولی اللہؒ سے اور حضرت شاہ ولی اللہ نے شیخ ابو طاہر مدنیؒ اور شیخ ابو عبد اللہ مکیؒ سے، ایک استاد مکہ کے ہیں اور دوسرے مدینہ کے، آپ نے ترمذی کی ابتداء میں شیخ ابو طاہرؒ کا نام دیکھا ہے اور بخاری کے خطبہ میں جو حاشیہ لگا ہے اس میں سند لکھی ہے، وہاں سے بخاری تک سند چلتی ہے، اور بخاری و ترمذی کے بعد سند حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک کتاب میں ہر حدیث کے متن سے پہلے مذکور ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور سے حضرت جبریل علیہ السلام سے لیا۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝ اور حضرت جبریل نے اللہ جل مجدہٗ سے لیا ہے۔

تو آج جو حدیث آپ نے سُنی اُس کی سند اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے ہم نے کس سے سُنا؟ کون راوی ہے؟ کس سے یہ بات کرتا ہے؟ کس سے نقل کرتا ہے؟ یہ سند ہے، یہ اجازت حضرت مدنیؒ نے شفقت کی بنا پر دی اور اسے مُقید کیا تھا کہ جب تک آپ کو یقین نہ آئے کسی حدیث کا مطلب نہ پڑھائیں ——" (دعواتِ حق ج ۲ ص ۲۸۰، ۲۸۱)

حضرۃ مدنیؒ حدیث کے امام تھے، اُنکی کرامت کی بڑی نشانی یہ ہے کہ پاکستان اور ہندوستان اور بنگلہ دیش میں جتنے دینی مدارس ہیں اُن میں آپ کے ہی تلامذہ خدمتِ دین میں مشغول ہیں

حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ شیخ مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو بخاری شریف زبانی یاد تھی، لیکن وہ اس کا اظہار نہیں فرمایا کرتے تھے۔ کیا آپ واقعی موصوف اس نعمتِ عظمیٰ سے متصف تھے یا یہ محض حسنِ عقیدت تھی جو عموماً تلامذہ کو اساتذہ کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔ اس حقیقت کو آشکارا کرنے کے لیے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے :-

"استاذ المکرم شیخ العرب والعجم، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ایک مرتبہ بخاری پڑھا رہے تھے کہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ دار الحدیث میں تشریف لا کر طلباء کے ساتھ شیخؒ کے پسِ پُشت بیٹھ گئے۔ حضرت مدنیؒ اُس وقت بخاری کی عبارت خود بھی پڑھ رہے تھے اور اس پر بحث بھی کر رہے تھے اور ان کے پاس بجائے بخاری کے قسطلانی کے باریک حروف کا نسخہ تھا جو آسانی سے نظر نہیں آتا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے سبق پڑھا کر جب فارغ ہوئے اور حضرتِ لاہوریؒ سے ملاقات کی تو فرمایا آپ محسوس نہ کریں، دار الحدیث میں آپ کی آمد مجھے محسوس نہ ہو سکی، وجہ یہ تھی کہ مجھے سبق پڑھانے کے دوران نیند آگئی تھی —— تو اس واقعہ سے ہم نے یہ اندازہ بھی لگا لیا کہ غالباً شیخ مدنیؒ کو بخاری متناً و سنداً یاد ہے، اگرچہ آپ نے خود کبھی اس کا اظہار نہیں فرمایا"

(حقائق السنن جلد ۱ صفحہ ۴۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احترامِ شیخ

دنیا کا تجربہ اس بات پر شاہدِ عدل ہے کہ محض کتابوں پڑھ لینے سے کسی کو علم کے حقیقی ثمرات اور کمالات حاصل نہیں ہوتے بلکہ اس کے لیے "پیشِ مردِ کاملے پامال شو" پر عمل پیرا ہونا پڑتا ہے، نیز استاد کا ادب و احترام ہمہ وقت ملحوظ رکھنا پڑتا ہے، بے ادبی فیوضات کے حصول کی راہ میں سنگِ گراں بن جاتی ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے دل میں اساتذہ کا ادب و احترام اور خدمت کا جذبہ بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا، جس کا تذکرہ موصوف نے اس طرح فرمایا ہے :۔

—— "حضرت شمس الائمہ سرخسیؒ کا ایک علاقہ میں جانا ہوا، وہاں ان کے تلامذہ ملاقات کے لیے حاضرِ خدمت ہوئے، مگر ایک شاگرد بہت دیر سے آیا اور عذر بیان کیا کہ والدہ کی علالت اور تیمارداری کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ انہوں نے فرمایا کہ انہیں عمر تو بہت ملے گی مگر علم کی برکت نصیب نہ ہوگی۔ یعنی والدین کی خدمت کی خاصیت یہ ہے کہ عمر بڑھ جائے، مگر استاد سے بے اعتنائی کی خاصیت علم کی برکت سے محرومی ہے۔

علم سارا ادب ہی ادب ہے، دین کا ادب، اساتذہ کا ادب اور علم کا ادب

امام صاحبؒ نے انہیں بددعا تو نہیں دی لیکن خاصیت بتادی، چنانچہ اس شخص کو ایک سو بیس برس کی عمر ملی مگر کسی کو فیض نہیں پہنچا۔ تو استاد کی عظمت نہ ہونے کی وجہ سے بڑے سے بڑا ذہین بھی فیض سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ علم اساتذہ کے جوتے سیدھے کرنے سے ملتا ہے کیونکہ استاد کا ادب و احترام برقرار رہے گا تو استاد کی دعا ملے گی ——"

(دعواتِ حق جلد ۱ ص ۵۹۱)

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دل میں اساتذہ کا احترام غایت درجہ پایا جاتا ہے اور ان کی خدمت باعثِ صد افتخار سمجھتے تھے، اگرچہ ان کے ہم سبق طلباء اس سعادت کو بنظرِ حقارت دیکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت الشیخؒ خود بیان فرماتے ہیں :۔

—— "میں خود دیوبند میں تھا تو زمانہ طالب علمی میں حضرت شیخ المدنیؒ کے ہاں بعض اوقات ان کی خدمت کے لیے جایا کرتا اور پاؤں دباتا۔ اور بعض ساتھی ہنستے کہ یہ چاپلوسی کرتا ہے مگر یہ ان بزرگوں کی توجہ کا نتیجہ ہے کہ مجھ نالائق انسان سے بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ نہ کچھ کام دین کا لیا اور توفیق دے رہے ہیں۔ ان میں سے کئی اور ساتھی تھے جو اس راستہ کو چھوڑ چکے ہیں۔ تو علم سارا ادب ہی ادب ہے، دین کا ادب، اساتذہ کا ادب اور علم کا ادب ——" (دعواتِ حق جلد ۱ ص ۵۹۱)

جامع ترمذی کا مقام

جامع ترمذی باتفاق علماءِ امت صحاحِ ستہ میں شامل سمجھی گئی ہے۔ امام ترمذیؒ کی یہ کتاب امام بخاریؒ اور امام ابوداؤد سجستانیؒ کے طریقوں کی جامع ہے۔ ایک طرف موصوف نے احادیثِ احکام میں سے صرف ان احادیث کو لیا ہے جن پر فقہاء کا عمل رہا ہے، دوسری طرف اسے صرف احکام ہی کے لیے مختص نہیں کیا بلکہ امام بخاریؒ کی طرح سب ابواب کی احادیث کو لے کر اپنی کتاب کو جامع بنا دیا ہے۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ علوم و فنونِ حدیث کو اپنی کتاب میں اس طرح سمو دیا ہے کہ وہ علمِ حدیث کا گنجِ گرانمایہ بن گئی۔

حافظ ابوبکر بن العربیؒ (المتوفی ۵۴۳ھ) اپنی شرح "عارضۃ الاحوذی" میں فرماتے ہیں :۔

—— "اس کتاب میں حسبِ ذیل چودہ ۱۴ علوم ہیں : (۱) احادیث کی اس طرح تدوین کی ہے جو عمل سے قریب کر دیتی ہے (۲) بیانِ اسناد (۳) تصحیح (۴) تضعیف (۵) تعدادِ طرق (۶، ۷) جرح و تعدیل (۸/۹) بیانِ اسم و کنیتِ رواۃ (۱۰/۱۱) بیان وصل و انقطاع (۱۲) معمول بہ اور متروک العمل روایات کی توضیح (۱۳) بعض احادیث کے رد و قبول میں علماء کے اختلاف کا بیان (۱۴) احادیث کی توجیہ و تاویل میں علماء کے اختلاف و آراء کا ذکر —— یہ ایسے علوم ہیں کہ ان میں سے ہر ایک علم اپنی جگہ مستقل علم کی حیثیت رکھتا ہے ——"

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :۔

—— "مجموعی حدیثی فوائد کے لحاظ سے اس کتاب کو تمام کتبِ حدیث پر فوقیت دی گئی ہے۔ اوّل اس وجہ سے کہ اس کی ترتیب عمدہ ہے اور تکرار نہیں ہے۔ دوم اس وجہ سے کہ اس میں فقہاء کا مذہب اور اس کے ساتھ ہر ایک کا استدلال بیان کیا گیا ہے۔ سوم اس اعتبار سے کہ اس میں حدیث کے انواع مثلاً صحیح، حسن، ضعیف، غریب اور معلل بعلل وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ چہارم اس وجہ سے کہ اس میں راویوں کے نام، ان کے القاب اور کنیت کے علاوہ ان فوائد کو بھی بیان کر دیا گیا ہے جن کا تعلق علم الرجال سے ہے ——" (بستان المحدثین، اردو ترجمہ ص ۱۸۵)

وضعِ تراجم اور ان کی افادیت

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں :۔

"ترجمۃ الباب میں ایک ہی موضوع کی مختلف احادیث کو ذکر کیا جاتا ہے جو محدث کے فقہی کمال کا مظہر ہوتا ہے، مراد یہ ہے کہ باب میں محدث کے نزدیک جو مسائل مختار اور راجح ہیں، ترجمۃ الباب سے صراحۃً یا اشارۃً ان کی نشاندہی ہو جاتی ہے، نیز ترجمۃ الباب محدث کی فقاہت، ذہانت، ذکاوت، دقتِ نظر اور فکر و بصیرت کی اوّلین کسوٹی اور اعلیٰ معیار ہوتا ہے۔ وضعِ تراجم میں امام بخاریؒ سابق الغایات ہیں، ان کے بعد امام نسائیؒ کے تراجم کا درجہ ہے، کیونکہ انہوں نے اپنے شیخ بخاریؒ کی کامل مکمل پیروی کی ہے۔ اس کے بعد ابوداؤد کا درجہ ہے مگر اس حقیقت کا انکار ممکن نہیں کہ جملہ تراجم میں اسہل ترین اور اقرب الی الفہم امام ترمذیؒ کے تراجم ہیں۔" (حقائق السنن ج ۱ ص ۹۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قارئین کی خدمت میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حدیث کی تشریح و توضیح کا اندازِ بیان نمونہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ جن میں حدیث کے متعلقات، بیانِ مذاہب، ترجیح مذہب حنفیہ، روایات میں تطبیق و توافق اور دیگر متعلقہ امور کو پوری شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے۔

قضائے حاجت کے وقت نہی استقبالِ قبلہ

قضائے حاجت کے وقت

استقبال و استدبار قبلہ ائمہ کرام کے نزدیک معرکۃ الآراء بحث ہے، لیکن شیخ الحدیث برداللہ مضجعہ نے اسے انتہائی سہل طریقے سے حل فرما دیا ہے۔

عن ابو ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلۃ بغائط ولا بول ولا تستدبروھا ولکن شرقوا او غربوا۔

شیخؒ نے فرمایا اس میں فقہاء کے چار مذاہب ہیں (۱) استقبال و استدبار مطلقاً ناجائز۔ یہ مذہب جمہور صحابہؓ، تابعین، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا ہے اور عند الاحناف مفتیٰ بہ قول یہی ہے (۲) استقبال و استدبار مطلقاً جائز ہے۔ یہ مذہب امام داؤد ظاہریؒ اور غیر مقلدین کا ہے (۳) استقبال مطلقاً ناجائز اور استدبار مطلقاً جائز ہے۔ یہ مسلک امام احمدؒ کا ہے (۴) استقبال و استدبار دونوں صحرا میں مطلقاً ناجائز ہیں، البتہ بنیان میں مطلقاً جائز ہے۔ یہ مسلک امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور اسحٰق بن راہویہ سے منقول ہے۔

احناف حضرات استقبال و استدبار کے مطلقاً عدم جواز پر استدلال حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی مذکورہ روایت سے کرتے ہیں، اسے اصل الاصول قرار دے کر حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایات سے اپنے مؤقف کی تائید اور مخالف روایات میں مناسب تاویل کر کے انہیں بھی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

امام داؤد ظاہریؒ اور غیر مقلدین حدیثِ جابر سے مطلقاً جواز پر استدلال کرتے ہیں اور اسے حدیث ابو ایوب کے لیے ناسخ قرار دیتے ہیں۔ اور امام احمدؒ استدبار کے مطلقاً جواز پر حدیث ابنِ عمرؓ سے استدلال کرتے ہیں اور اسے حدیث ابو ایوبؓ کی عمومِ نہی کا ناسخ کہتے ہیں۔

حدیثِ ابو ایوبؓ کی وجہ ترجیح

اس روایت کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تمام صیغے متکلم مع الغیر کے ہیں، جیسے قدمنا، وجدنا، فنتحرف اور نستغفر اللہ نیز جہادِ شام میں ہزاروں صحابہ کرامؓ نے شرکت کی تھی معلوم ہوا کہ صحابہؓ کی کثیر جماعت تھی اور سب کا یہی عمل تھا مگر کسی صحابی نے بھی نکیر نہیں کی۔ (۲) حدیثِ ابو ایوب متفق علیہ ہے، سند کے اعتبار سے اس باب میں احسن و اصح ہے (۳) یہ روایت صحاح ستہ کی تمام کتب میں موجود ہے، جس میں جانبِ مخالف کا کوئی احتمال نہیں جبکہ احادیثِ رخصت میں دیگر بہت سے احتمالات موجود ہیں۔ (۴) حدیث ابو ایوب میں ایک کلیہ بتایا گیا ہے جو ساری امت کے لیے ہے۔ حالانکہ دوسری روایات میں سب اقوال عام ہیں، اس پر مخالفین کے مستدلات جزئیات پر مبنی ہیں، بنابریں جزئیہ اور کلیہ کے تعارض کے وقت ترجیح کلیہ ہی کو دی جائے گی کیونکہ وہ اصل حکم ہے (۵) حضرت ابو ایوبؓ والی حدیث قولی ہے اور مخالف روایات فعلی ہیں۔ محدثین کے اصول کے مطابق قولی اور فعلی روایات میں تعارض کے وقت قولی حدیث کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، کیونکہ قول سے مقصود تشریع ہوتی ہے، جبکہ فعل کبھی عادت کی بناء پر اور کبھی عذر کی وجہ سے بھی صادر ہوتا ہے۔ تو جس طرح شرع کو عادت پر ترجیح حاصل ہے اسی طرح قول کو فعل پر ترجیح ہے۔ (۶) حضرت ابو ایوبؓ کی روایت نہی کی ہے اور نہی حرمت کا تقاضا کرتی ہے، جبکہ مخالف روایات افعال ہیں جو اباحت کا تقاضا کرتے ہیں، حدیث بھی مطلق اور صحابہؓ کا عمل بھی، بنابریں ہزاروں صحابہؓ کا عمل ہی راجح ہے اور اسی پر عمل منشاء حدیث کے عین مطابق ہے۔"

(حقائق السنن جلد ۱ صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۶)

بولِ صبی اور احناف کا مؤقف

باب ما جاء فی نضح بول الغلام قبل ان یطعم

"بولِ صبی کے نجس ہونے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے، البتہ اس کے ازالہ کے طریقِ تخفیف کے قائل ہیں اور اس کی تطہیر میں ائمہ کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بولِ صبی کی تطہیر کے لیے مطلقاً رش اور نضح کافی ہے، البتہ صبیہ کے بول کا غسل معتاد ضروری ہے۔ امام اوزاعیؒ کے نزدیک غلام اور جاریہ دونوں کے لیے نضح اور رش کافی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ محض رش اور نضح پر اکتفاء کافی نہیں، بلکہ غلام کے بول میں غسل خفیف اور بولِ جاریہ میں غسل معتاد ہے۔

داؤد ظاہری اور بعض ظواہر یہ حدیثِ باب "فدعا بماءٍ فرشہ علیہ" سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نجاست کے ازالہ میں تین بار دھونا اور نچوڑنا معتاد ہے۔ اگر بولِ صبی نجس ہوتا تو اس کی تطہیر کا بھی وہی حکم ہونا چاہیئے تھا۔

جمہور اہل سنت بھی بولِ صبی کے نجس ہونے پر حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر بولِ صبی طاہر ہوتا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نضح، رش اور غسل کا حکم نہ فرماتے اور کبھی رش یا نضح اور غسل ترک بھی کیا ہوتا۔ مگر حدیث کے وسیع ذخیرہ ایسی ایک بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روایت نہیں ملتی جس سے ثابت ہوتا ہو کہ تلویث بولِ صبی کے بعد حضور علیہ السلام نے اس کے طاہر ہونے کی وجہ سے نضح یا رش نہ کیا ہو۔

دلائل احناف

عام طور پر نجاسات کی تطہیر کا اصول اور معتاد طریقہ موضع نجاست کو تین بار دھونا اور نچوڑنا ہے، غسلِ بدین، استنجاء، دمِ حیض اور دیگر نجاست کے ازالہ اور تطہیر کے متعلق شریعت کے احکام غسل کے ہیں، نضح کہیں بھی ثابت نہیں۔ اس لیے بولِ صبی کے ازالہ کے لیے نضح پر اکتفاء کر لینا عام اصول اور قاعدہ کلیہ کے خلاف ہے۔

مسلم شریف کی روایت پر بحث کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں:۔

فبال علیہ فدعا بماء فاتبعہ بولہ ولم یغسلہ سے غسلِ خفیف ثابت ہوتا ہے جس سے حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ اسی طرح مسلم شریف کی دوسری روایت میں ہے فدعا بماء فنضحہ علیٰ ثوبہ ولم یغسلہ غسلا اس حدیث میں ولم یغسلہ کے ساتھ غسلا مفعول مطلق بھی منقول ہے جو تاکید کا فائدہ دیتا ہے، جس طرح ضربت کا معنیٰ مارنا ہے لیکن ضربت ضربا کا معنیٰ شدید مارنا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے شوافع کا استدلال صحیح نہیں بلکہ یہ حدیث ان کے مسلک کے خلاف ہے۔ اگر حدیث میں صرف ولم یغسلہ کے الفاظ منقول ہوتے، پھر تو ممکن تھا نضح سے یہی مراد ہو، بلکہ حدیث میں لم یغسلہ غسلا منقول ہے، جس کا معنیٰ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسلِ معتاد نہیں کیا۔ جب نفی مقید کو متوجہ ہوتی ہے تو قید منتفی ہو جاتی ہے، اس لیے جب غسلِ معتاد کی نفی ہوئی تو غسلِ خفیف کا ثبوت نضح باقی رہا۔ اس طرح یہ روایت بھی احناف کی مؤید ہے۔

روایات میں تطبیق

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ مسئلہ زیرِ بحث میں جس قدر روایات منقول ہیں ان سب میں چار قسم کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ (۱) اتبعہ بالماء (۲) صبہ بالماء (۳) نضحہ بالماء (۴) لم یغسلہ غسلا۔ حضرات حنفیہ کہتے ہیں کہ ان روایات میں نضحہ بالماء کے سوا باقی تمام روایات میں ازالہ نجاست کا عام قاعدہ اور اصول مذکور ہے، لہٰذا نضحہ بالماء والی روایت کو چھوڑ کر سب روایات کو معمول بہا بنانا چاہیئے۔ نضح ایک جزئی واقعہ ہے اور غسل ایک عام حکم اور قاعدہ کلیہ ہے لہٰذا ترجیح بھی قاعدہ کلیہ کو حاصل ہوگی۔ علاوہ ازیں ان روایات میں منقول چاروں قسم کے مختلف الفاظ کی مراد ایک ہی ہے جس سے مزید حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔"

(حقائق السنن ج ۱ صفحہ ۳۲۱ تا ۳۲۵)

تسمیہ عند الوضوء اور حنفیہ کے دلائل

وضو کی ابتداء میں تسمیہ بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہے۔ جن میں امام اسحٰقؒ، داؤد ظاہریؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ بھی شامل ہیں، ان کے نزدیک بغیر تسمیہ وضو نہیں ہوتا۔ امام اسحٰق بن راہویہؒ کا مسلک ہے کہ تسمیہ عند الوضوء واجب ہے، قصداً ترک سے نماز صحیح نہ ہوگی البتہ سہواً و نسیاناً ترک سے نماز ہو جائے گی۔ امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ اور جمہور علماء کے نزدیک تسمیہ عند افتتاح الوضوء سنت یا مستحب ہے۔ امام احمدؒ سے بھی قوی روایت میں یہی منقول ہے۔

وجوب کے قائلین کہتے ہیں لا وضوء لمن یذکر اسم اللہ علیہ میں لا نفی جنس کے لیے ہے جس سے ہر ایک چیز کی حقیقت اور ماہیت کی نفی کی جاتی ہے جیسے لا رجل فی الدار ہے کہ لا سے مدخول کی ماہیت سلب ہو گئی، اسی طرح لا وضوء میں وضو کے سلبِ کلی کو مستلزم ہے گویا وضو بالکل ہی نہ ہوا۔

سنت تسمیہ اور حنفیہ کے دلائل

علماء احناف فرماتے ہیں کہ علم بلاغت کا یہ اصول ہے کہ جب ایک چیز میں اس کے حسناتِ عالیہ اور صفاتِ کمالیہ موجود نہیں اور اگر ہیں بھی تو حد درجہ ناقص، تو ایسی چیز کے ناقص اوصاف کو بمنزلہ معدوم سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی کو تنزیلِ ناقص بمنزلۃ المعدوم کہتے ہیں۔ جیسے لا فتیٰ الا علی۔ لا سیف الا ذوالفقار۔ لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد۔ اسی طرح حدیث باب میں بھی تسمیہ پڑھے بغیر وضو کو تنزیلِ ناقص بمنزلہ معدوم کے قرار دیا جائے گا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس طرح لا ماہیت شیٔ کی نفی کے لیے مستعمل ہے اسی طرح بعض صورتوں میں حقیقتِ شیٔ کے بجائے کمال شیٔ کی نفی کی جاتی ہے۔ اور عین ممکن ہے لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ میں کمال وضوء کی نفی کی گئی ہو جس کے قرائن حدیث میں بکثرت موجود ہیں، جیسا کہ حضورؐ نے ایک صحابی کو تعلیم کی غرض سے تین مرتبہ اعادہ صلوٰۃ کرایا، وضوء کے تمام امور تعلیم فرمائے، لیکن آپ نے اسے وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا، اگر اس کا درجہ واجب یا فرض کا ہوتا تو آپؐ لازماً تعلیم فرماتے۔

امام ابو داؤدؒ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضوء کی تفصیلی روایات نقل کی ہیں۔ چوبیس صحابہ کرامؓ آپ کے وضوء کے ناقلین ہیں۔ مگر ان میں کہیں قبل الوضوء تسمیہ کا ذکر تک نہیں۔ اسی طرح خلفائے راشدین کا یہ عمل اور تعلیم کتبِ احادیث میں موجود ہے مگر اس کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جامع ترمذی کے محشی نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو آداب وضو درج کیے ہیں ۔۔۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من توضاء و ذکر اسم اللہ کان طھورا لجمیع بدنہ ومن توضاء ولم یذکر اسم اللہ کان طھورا لاعضاء وضوئہ
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو سے قبل تسمیہ پڑھنے والے کا سارا بدن پاک ہو جاتا ہے اور ترکِ تسمیہ سے صرف وضو کے اعضاء پاک ہوتے ہیں۔
لیکن اس حدیث میں فقہی طہارت مراد نہیں کیونکہ فقہی طہارت لایتجزی (نا قابلِ تقسیم) ہے، جس طرح جزء لایتجزی کی تقسیم نہیں ہوتی اسی طرح طہارت بھی منقسم نہیں ہوتی کہ آدھا جسم پاک ہو جائے اور آدھا نجس رہے۔ علاوہ ازیں قرآنِ کریم کی آیت اذا قمتم الی الصلوٰۃ ..... الخ میں تسمیہ مذکور نہیں ہے۔ لہٰذا حدیث باب سے اس کی فرضیت ثابت کرنا کتاب اللہ میں زیادتی لازم آتی ہے جو بہر صورت ناجائز ہے"۔

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۲۰۰ تا ۲۰۳)

کی جانب سے نہیں بلکہ خود امام ترمذیؒ یا ان کے استاد جعفر بن محمدؒ سے واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ امام مسلمؒ اور امام ابوداؤدؒ نے اپنی کتابوں میں یہ حدیث صحیح اسناد کے ساتھ نقل کی ہے"۔

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۲۶۱)

اسی طرح بیر بضاعۃ والی روایت پر بحث کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں :-
"اس کے علاوہ حدیث باب سے استدلال اس لیے بھی ضعیف ہے کہ حدیث سنداً مضطرب ہے۔ ایک تو ولید بن کثیر خارجی اباضی ہے، نیز امام ابوداؤدؒ نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے: وقال بعضھم عبد الرحمٰن بن نافع۔ اس سند میں دو طریقہ سے منقول ہے۔ (۱) عن عبید اللہ بن عبد اللہ ابن رافع (۲) عن عبید اللہ بن عبد الرحمٰن بن نافع۔ اب پہلے تو راوی میں اشتباہ آگیا کہ وہ کس کا بیٹا ہے؟ عبد اللہ کا یا عبد الرحمٰن کا؟ پھر عبد اللہ کا دادا نافع ہے یا رافع؟ اگرچہ امام ترمذیؒ نے اس کو "حسن" کہہ دیا ہے مگر اضطراب کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے"۔

(حقائق السنن جلد ۱ ص ۲۸۷)

اسناد کی تنقیح

جہاں کہیں اسناد میں اضطراب ہو وہاں حضرت شیخ الحدیثؒ پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس کی تنقیح کر کے اس کو حل فرماتے ہیں۔ جیسا کہ باب ما یقال بعد الوضوء کے متعلق فرماتے ہیں :-
"حدیث باب کی سند میں تین وجوہ سے اضطراب ہے جو حضرت زید بن حباب کی سند میں تغیّر و تبدّل کی وجہ سے پیدا ہوا۔ (۱) زید بن حباب کی سند میں ابو عثمان ابو ادریس خولانی کے بعد ذکر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو ادریس خولانی اور ابو عثمان دونوں ربیعہ بن یزید الدمشقی کے استاد ہیں۔ والامر لیس کذلک حالانکہ ابو عثمان، ربیعہ کا استاد نہیں بلکہ دونوں معاصر ہیں اور معاویہ بن صالح کے استاد ہیں۔ (۲) زید بن حباب نے ابو ادریس خولانی اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے درمیان ایک واسطہ حذف کر دیا ہے جبکہ اصل سند اس طرح ہے: عن ابی ادریس عن عقبہ بن عمر۔ (۳) علاوہ ازیں زید بن حباب نے ابو عثمان اور حضرت عمرؓ کے درمیان سے دو واسطے حذف کر دیئے ہیں، اصل سند اس طرح ہے: عن ابی عثمان عن جبیر ابن نفیر عن عقبۃ بن عمر ۔۔۔ اس اضطراب کا دفع اس طرح ہوتا ہے کہ حقیقت میں یہ تینوں اضطراب زید بن حباب

مسح رأس کی حکمتیں

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بعض احکام و مسائل کی نہایت احسن پیرایہ میں حکمتوں کا ذکر کرتے ہیں، جس سے ان کی افادیت مزید آشکارا ہو جاتی ہے جس کی چند مثالیں درج ہیں :-
"وضو میں سر کا مسح کرنے کا حکم ہے، جبکہ غُسلِ جنابت میں غَسلِ رأس کا۔ چونکہ غُسلِ جنابت کی ضرورت انسان کو کم پیش آتی ہے، اس لیے سر دھونے میں حرج بھی نہیں، لیکن وضو روزانہ پانچ مرتبہ کرنا پڑتا ہے۔ اگر وضو میں بھی غَسلِ رأس کا حکم ہوتا تو حرجِ عظیم واقع ہوتا اور ہر وقت نزلہ، زکام اور مختلف امراض کا اندیشہ لاحق رہتا، اس لیے وضو میں غَسلِ رأس کے بجائے مسح کا حکم دیا۔
اس میں یہ حکمت بھی کارفرما ہے کہ جن اعضاء کا تطہیر کا حکم دیا گیا ہے وہ چار ہیں جن میں سے دو مرکز اور دو اُن کے خادم اور وسیلہ ہیں۔ رأس (سر) قوتِ علمی کا مرکز اور وجہ (چہرہ) اس کا خادم ہے۔ رِجل (پاؤں) قوتِ عملیہ کا مرکز اور یدین (ہاتھ) اس کے خادم ہیں۔ چونکہ سردار اور آقا کا کام تھوڑا اور ہلکا ہوتا ہے۔ بعض اوقات ان کے اشارہ سے ایسے امور انجام پاتے ہیں جو عام افراد عرصہ تک نہیں کر سکتے۔ چونکہ رأس مرکزِ علمی کا سردار اور وجہ اس کا خادم، اس لیے رأس کا کام ہلکا یعنی مسح ہے اور وجہ کا کام زیادہ یعنی غَسل ہے۔ اسی طرح مرکزِ عملی کے سردار رِجلین کا کام بھی بعض صورتوں میں خفیف ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ئس خفین کی صورت میں ایک مُدتِ مقررہ تک مسح کی اجازت ہے)
اور یدین کی ذمہ داری غسل زیادہ رکھی گئی ہے ۔"
(حقائق السنن جلد ۱ ص ۲۱۸، ۲۱۹)

عذاب قبر کی حکمتیں

"ایک مسلمان کو پیشاب سے احتراز نہ کرنے کی وجہ سے جو عذاب قبر دیا جا رہا ہے، اس میں بظاہر یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ شاہی دربار میں حاضری کے وقت ہر شخص اولاً غسل کرتا، میل کچیل کا ازالہ کرتا، کپڑوں کو دھوتا اور طہارت و نظافت کے لیے انہیں رگڑتا اور کوٹتا ہے اور ان پر پانی بہاتا ہے، پھر آگ کی مانند گرم استری سے اس کے ٹیڑھے پن کو دور کرتا ہے، تب جا کر کپڑا صاف ہوتا اور شاہی دربار میں جانے کے شایانِ شان ہوتا ہے۔ لوہے کا زنگ دُور کرنے کے لیے لوہار بھی لوہے کو آگ کی بھٹی میں گرم کر کے اسے خوب کوٹتا ہے تب اس کی صفائی ہوتی ہے۔

یہاں بھی ایک مسلمان نے رب العالمین کے شاہی دربار میں حاضری دینی ہے۔ اس لیے عذاب قبر کی صورت میں پہلے اس کی رُوح کے لباس (بدن) سے گناہوں اور معصیت کا میل کچیل دھو کر صاف کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ بارگاہِ ربوبیت میں ایسے حال میں حاضر ہو کہ اس کے وجود پر معصیت اور نافرمانی کا کوئی دھبہ باقی نہ رہے، اور یہ عمل نکیرین کے سوالات کے جوابات کے بعد شروع ہوتا ہے، اور پھر قبر میں اس لباس کو خوب اور نچوڑ نچوڑ کر معصیت اور گناہوں کے زنگ کو دُور کر دیا جاتا ہے، پھر قیامت کے احوال و شدائد سے اس کی مزید صفائی کر دی جاتی ہے۔"
(حقائق السنن جلد ۱ ص ۳۱۹)

تیمم میں مٹی سے طہارت حاصل ہونے کی حکمت

"یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ مٹی اور تطہیر میں کیا مناسبت ہے؟ بظاہر مٹی ملوث ہے اور مفضی الی التلوث ہے، جبکہ شریعت نے اسے مطہر قرار دیا ہے۔ چونکہ انسان کی تخلیق عناصر اربعہ سے ہوتی ہے جس میں غالب عنصر ارض ہے۔ جب ایک انسان ناپاک ہو جاتا ہے اور طہارت کے لیے پانی نہ دستیاب ہو، تو عند العسرة والمصيبة كل شئ يرجع الى اصله کے پیشِ نظر اصل غالب کی طرف رجوع کرتا ہے اور وہ ارض ہے۔ اپنے اصل یعنی مٹی کی طرف رجوع کرنے سے گویا خود کو مٹی ہونا ظاہر کرتا ہے۔ چونکہ مٹی درجہ ذات میں پاک ہے۔ تو جو شخص رجوع الی الارض کر کے خود کو مٹی بنادے

لہٰذا اس پر بھی طہارت کا حکم لگا دیا جائے گا۔"
(حقائق السنن جلد ۱ ص ۵۲۵)

اس گلشنِ علم و دانش کی چند جھلکیاں دکھائی گئی ہیں ورنہ حقائق السنن کی تمام ابحاث بے حد قابلِ قدر، نفع بخش اور فیض رساں ہیں ——— اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان علمی نوادرات و جواہرات سے مسلمانانِ عالم کو فیض یاب ہونے کی سعادت نصیب فرمائے اور موصوفؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

علمی ذوق اور دیانت کے تقاضے

جیسے ہمارے دور میں بھی حساس طلبا جب بوجہ کسی عذر کے سبق سے رہ جاتے ہیں تو پھر وہی سبق اپنے ہم جماعت ساتھی سے دریافت کر لیا کرتے ہیں اسی طرح مجاہد اور طاؤس کے زمانہ کے لوگوں میں بھی تقویٰ اور طلب علم اور دیانت کا کچھ ایسا غلبہ تھا کہ جب کبھی حضرت مجاہدؒ بوجہ کسی عذر کے اپنے استاد حضرت ابن عباسؓ کی درسگاہ کو حاضر نہ ہو سکتے تھے تو وہ اس روز کے روایات اپنے ہم سبق ساتھی حضرت طاؤس سے پوچھ لیتے اور دیانت کا یہ عالم تھا کہ اپنے ساتھی حضرت طاؤس کو استاذ یقین کر کے اپنے سماع کی نسبت بھی ان کی طرف کرتے اور روایت بھی ان سے نقل کرتے تھے۔

افادات ! شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ
(از صحبتے با اہلِ حق)

© rasailojaraid.com